الإسراء والمعراج

معراج رسول ﷺ

اعداد:

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

داعیۃ المکتب التعاوني للدعوۃ والإرشاد

وتوعیۃ الجالیات بالأحساء

❀❀❀ توجہ فرمائیں ! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ،فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی،قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں
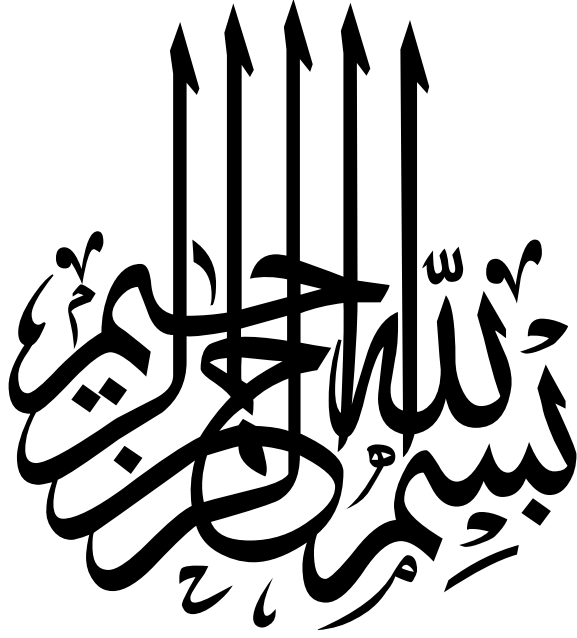
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ طبع دوم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ۔ أما بعد:

''واقعۂ معراج ہمارے پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کبریٰ کا مشاہدہ بھی عظیم تر ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ ابھی تک اس معجزۂ عظیم کی مستند تفصیلات کسی ایک جگہ نہیں ملتیں، احادیث و تفاسیر میں جہاں کہیں بھی یہ واقعہ اور اس کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں، وہاں یا تو صحیح روایات کے ساتھ رطب و یابس روایات بھی اس طرح جمع کر دی گئی ہیں کہ واقعے کی صحیح شکل سامنے نہیں آتی یا پھر محض صرف صحیح روایات کو جمع کر دیا گیا ہے تاہم اس طریقے سے بھی واقعات کی توضیح و تنقیح نہیں ہو پاتی۔''

یہ وہ کلمات ہیں جنھیں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اپنی کتاب (واقعۂ معراج اور اس کے مشاہدات ایک تحقیقی جائزہ) کے مقدمہ کے پہلے فقرہ میں لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ احساسات ہیں جو کتاب کی تالیف کا محرک بنے، شاید اسی قسم کے احساسات کا تھوڑا سا حصہ مجھ ناچیز کو بھی ملا تھا اس لئے خاکسار نے بھی اس سمت میں اپنی ایک حقیر سی کوشش کر ڈالی تھی جس کے نتیجہ میں پیش نظر کتاب منصۂ شہود پر آئی، یہ کتاب پہلی بار ہندستان میں سنہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء میں دہلی میں طبع ہوئی۔ اس کے تقریباً ایک سال کے بعد حافظ صاحب موصوف کی کتاب مکتبہ دار السلام سے طبع ہوئی جیسا کہ کتاب کے مقدمہ میں رجب ۱۴۲۷ھ مطابق جولائی ۲۰۰۶ء کی تاریخ درج ہے۔ کاش حافظ صاحب کی تالیف پہلے منظر عام پر آجاتی تو مجھ جیسے طفل مکتب کو کچھ لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی، مگر شاید اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر کچھ خامہ فرسائی کی سعادت کو میرے مقدر میں بھی لکھ دیا تھا، رب کریم کی اس توفیق ارزانی پر میں بے انتہا شکر گذار ہوں، اگر میری یہ سعی و کوشش کچھ بھی مفید اور برحق ہے تو یہ سب کچھ اسی کا احسان اور فضل و کرم ہے اور اگر کوئی غلطی ہے تو میں اللہ کے حضور صدق دل سے توبہ کا خواستگار ہوں۔ إنہ سمیع قریب.

اپنی تحریری کوششوں کے تعلق سے میرا اپنا ایک طریقہ ہے کہ ان کی طباعت کے بعد بھی میں ان کی تحسین و تزئین اور تحقیق و تدقیق میں لگا رہتا ہوں، مفید تبدیلیاں کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، خواہ وہ کچھ باتیں حذف کرنے کی صورت میں ہو یا کچھ باتوں کے اضافے کی شکل میں۔ چنانچہ اس کتاب کے ساتھ بھی میں نے وہی سلوک کیا ہے اور اللہ کے فضل سے امید ہے کہ یہ پہلے سے کافی مفید اور بہتر بن گئی ہے۔

حافظ صاحب موصوف کی کتاب منظر عام پر آنے کی بنا پر مجھے کسی خاص تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ آں موصوف کی کتاب کا اپنا طرز و انداز ہے اور مجھ ناچیز کا اپنا طریقہ و اسلوب۔ ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

زیر نظر کتاب کا دوسرا ایڈیشن منظر عام پر لاتے ہوئے رب العالمین کا بے حد و حساب شکر گذار ہوں اور دعاگو ہوں کہ رب کریم اپنے فضل عمیم سے ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور اپنے انعام یافتہ بندوں کی رفاقت نصیب فرمائے، اور اس کتاب کو اپنے بندوں کے لئے مفید و کار آمد بنائے۔ آمین

دعاگو

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔ اٹوا بازار۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی۔ انڈیا

داعیہ دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد و توعیۃ الجالیات، احساء

ص ب ۲۰۲۲ ہفوف۔ الاحساء ۳۱۹۸۲

مملکت سعودی عرب

۲۵/ربیع الاول ۱۴۳۱ھ بروز جمعرات مطابق ۱۲/مارچ ۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ (طبع اول)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی محمد النبی الامین۔ أما بعد:

تمام انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے دلائل اور براہین سے نوازا تھا جسے دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائیں، ان دلائل کو قرآنی الفاظ میں آیات اور عموماً معجزات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبی آخر الزماں محمد عربی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیشمار آیات و معجزات سے نوازا، ان میں سے ایک اہم اور انوکھا معجزہ واقعۂ معراج ہے۔ درحقیقت یہ ایک معجزہ نہیں بلکہ مجموعۂ معجزات ہے۔ واقعۂ معراج نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کا ایک منفرد، ممتاز اور عظیم الشان واقعہ ہے۔ وہ اعجاز بھی ہے اور اعزاز بھی، باعث افتخار بھی ہے اور دلیل ناز بھی، وہ ایک طرف رب ذوالجلال کی قدرت کاملہ کا ظہور، الٰہی معجزہ، صداقت نبوت کی آیت اور نشانی ہے تو دوسری طرف اپنے اندر بے شمار عبرت و موعظت اور دروس ونصائح کے خزانے سے معمور اور عقیدہ وعمل کے بیش بہا موتیوں سے مالامال ہے۔ اس واقعہ میں عقیدہ کی اصلاح بھی ہے اور بہت سے معاشرتی آداب کی تعلیم بھی، یہ واقعہ رب کریم کے ساتوں آسمانوں کے اوپر اپنی مخلوق سے الگ اپنے عرش پر مستوی ہونے کی مضبوط ومستحکم دلیل بھی ہے اور اقامت صلاۃ کی ترغیب بھی۔ بہر کیف اس میں بہت سے فوائد واسباق ہیں۔ اس واقعہ کی اسی گوناگوں اہمیت کے پیش نظر علمائے اسلام نے اسے خصوصی اہمیت دی ہے اور اس کی تشریح وتوضیح میں اپنی کاوشیں صرف کی ہیں۔ ہم نے متعدد محاضرات میں اسے اپنی گفتگو کا موضوع بنایا اور اسے خود اپنے لئے اور اپنے سامعین کے لئے نہایت مفید اور دلچسپ پایا۔ چنانچہ احباب نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اسے کتابی صورت دے دی جائے کیونکہ زبان کے مقابلے میں تحریر کی افادیت زیادہ عام ہے نیز اردو زبان میں ہمارے ناقص علم کے مطابق اس موضوع پر کوئی باقاعدہ کتاب نہیں ہے۔ جو کچھ ہے یا تو ضخیم کتابوں کے اندر ہے یا پھر مستند وغیر مستند اور صحیح وضعیف وموضوع روایات کی تمیز اور واقعات کی صحت وضعف کی تحقیق کے بغیر ہے نیز فوائد کے استنباط میں بھی توحید وشرک، سنت وبدعت اور منہج سلف وخلف کی تمیز روا نہیں رکھی گئی ہے۔

ہم نے پیش نظر کتابچہ میں صرف صحیح ومستند روایات نیز مقبول ومعتبر احادیث وآثار کو جگہ دی ہے۔ اس سلسلہ میں محدث عصر شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب "الاسراء والمعراج" سے استفادہ کیا ہے نیز مسائل وفوائد کے استنباط میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تالیف لطیف فتح الباری شرح بخاری سے زیادہ تر فائدہ اٹھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مختصر رسالہ کو فروغ عطا فرمائے اور اس کے مشمولات کو اپنے بندوں کی ہدایت اور اصلاح کا سبب بنائے اور اسے ہمارے لئے باعث نجات اور بروز قیامت میزان عمل کو وزنی کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

دعا گو:

عبدالہادی عبدالخالق مدنی

کاشانۂ خلیق۔ اٹوا بازار۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی۔ انڈیا

داعیہ دفتر تعاون برائے دعوت وارشاد وتوعیۃ الجالیات، احساء

ص ب ۲۰۲۲ ہفوف۔ الاحساء ۳۱۹۸۲

مملکت سعودی عرب

۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء

قرآن مجید میں ذکر معراج

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کے اندر اسراء اور معراج کا ذکر جمیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ إِلَى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْأَقْصَا ٱلَّذِى بَٰرَكْنَا حَوْلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنْ ءَايَٰتِنَآ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ۝١﴾ الإسراء: ١

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے عبد (بندے)([1]) کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے

([1]) واقعۂ معراج ایک عظیم الشان معجزہ اور نبی رحمت ﷺ کے لئے اللہ کی جانب سے ایک عظیم ترین اعزاز اور محمد بن عبداللہ ﷺ کے شرف و عظمت کی ایک نمایاں دلیل ہے۔اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا نام لینے کے بجائے لفظ(عبد) استعمال کیا تاکہ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ شب کی چند گھڑیوں میں زمین و آسمان اور جنت و جہنم کی سیر کرنے والے اللہ کے محبوب بندے اور غلام ہیں، یہ عظمتیں ان کو ان کے معبود نے عطا کی ہیں، آپ خود معبود نہیں، نہ ہی خالق ہیں، نہ ہی رب ہیں بلکہ آپ تو اللہ کے عبد اور غلام ہیں۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دیگر اہم مقامات پر بھی آپ کی عبدیت کا ہی ذکر کیا ہے:

ا۔مقام دعاو عبادت: ارشاد ہے: ﴿وَأَنَّهُۥ لَمَّا قَامَ عَبْدُ ٱللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا۟ يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝١٩﴾ الجن: ١٩ (اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر پل پڑیں)۔

٢۔مقام چیلنج: ارشاد ہے: ﴿وَإِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا۟ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِۦ وَٱدْعُوا۟ شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۝٢٣﴾ البقرة: ٢٣ (ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمھیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمھیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلالو)۔

٣۔مقام فتح بدر: ارشاد ہے: ﴿إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم بِٱللَّهِ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ ٱلْفُرْقَانِ﴾ الأنفال: ٤١ (اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا)۔

نبی کریم ﷺ نے خود بھی مقام عبدیت کو اپنے لئے پسند فرمایا ہے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ((تم میرے بارے میں اس طرح مبالغہ آمیزی سے کام نہ لینا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا ہے، میں تو ایک بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو))۔(بخاری)

غور فرمائیں کہ عبدیت کا اعتراف رسالت کے اعتراف سے پہلے ہے، چنانچہ مسلمان ہونے کے لئے کلمۂ شہادت میں

گیا(2) جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے(3) تاکہ اسے ہم اپنی بعض آیات (نشانیاں) دکھائیں(4) یقیناًاللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے)۔

ہی "أشهد أن محمدا عبده ورسوله" کہہ کر آپ ﷺ کی عبدیت و رسالت کا اقرار کرنا ضروری ہے۔

(2) جس وقت یہ واقعہ بیان کیا گیا تھا اس وقت ان دونوں مسجدوں میں توحید کے بجائے شرک کا غلبہ تھا۔ مسجد حرام مکہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے اور مسجد اقصی بھی صلیب پرستوں کے قبضے میں تھی۔ ان حالات کے باوجود اللہ نے انھیں مسجد کہا تو اس میں یہ پیشین گوئی تھی کہ وہ ایک دن حقیقی مسجد ہوں گے اور ان میں صرف اللہ کے لئے سجدہ ہوگا، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہو کر رہا، سنہ ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا اور وہاں سے سارے بت ہٹا دیئے گئے اور سنہ ۱۵ھ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ کو فتح کیا۔ مذکورہ دونوں مسجدوں اور ساتھ ہی مسجد نبوی کو جو خصوصی حیثیت حاصل ہے وہ کسی اور مسجد کو حاصل نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ((تین مسجدوں مسجد حرام (مکہ) مسجد نبوی (مدینہ) اور مسجد اقصی (فلسطین) کے سوا اور کسی جگہ کی طرف (اس جگہ کو مبارک و مقدس سمجھ کر عبادت کی غرض سے) سفر کرنا درست نہیں))۔ (متفق علیہ) لہٰذا اگر کسی نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اپنے شہر سے باہر دوسرے فلاں فلاں شہر کی مسجد میں جا کر نفل پڑھوں گا تو یہ نذر پوری کرنا درست نہیں، کیونکہ تین مسجدوں کے سوا اور کسی جگہ کا سفر کرنا بغرض عبادت درست نہیں۔

یاد رہے کہ جب تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لئے سفر نہیں کر سکتے تو کسی قبر یا درگاہ کے لئے کیونکر سفر کر سکتے ہیں؟!

(3) ان برکتوں سے مراد یہ ہے کہ یہ سرزمین انبیاء کی سرزمین ہے، اسی ملک شام کو ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے پہنچے تھے اور یہیں سے محمد ﷺ کو معراج کے لئے آسمانوں پہ لے جایا گیا، سلیمان علیہ السلام کی مملکت یہیں پر تھی، طور کا پہاڑ یہیں پر ہے اور مسجد اقصی یہیں پر ہے۔ یہاں پر ہرے بھرے درخت اور نوع بہ نوع میوے اور قسم قسم کے لذیذ پھل پائے جاتے ہیں، یہاں پر خوبصورت نہریں جاری ہیں اور یہ ایک حسین اور سرسبز و شاداب سرزمین ہے۔ یہاں پر دینی اور روحانی برکتیں بھی ہیں اور ظاہری اور مادی برکتیں بھی ہیں۔

(4) آخر وہ کون سی نشانیاں تھیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو دکھانا چاہتا تھا؟ پورا واقعۂ معراج اور اس کے اندر ہونے والے تمام واقعات کو پڑھتے جائیں اور ان نشانیوں کا ملاحظہ کرتے جائیں۔

واقعۂ معراج کی تاریخ

مورخین واصحاب سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے پہلے ہوا ہے لیکن ہجرت سے کتنے پہلے ہوا ہے اس میں کافی اختلاف ہے۔([5])

اسی طرح شب معراج کے مہینے، دن اور تاریخ کی تعیین میں بھی اختلاف ہے۔ علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے "الرحیق المختوم" میں تاریخ معراج سے متعلق اہل سیر کے چھ مختلف اقوال نقل کئے ہیں، لیکن کسی بھی قول کو راجح قرار نہیں دیا ہے، کیونکہ کسی کی ترجیح کے حق میں کافی دلائل وشواہد موجود نہیں تھے، البتہ آپ نے لکھا ہے کہ "سورۂ اسراء کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے"۔([6])

([5]) معراج کی تاریخ میں اختلاف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کے نزدیک اس رات کی وہ اہمیت نہیں تھی جو آج مسلمانوں کے بعض حلقوں میں اسے دے دی گئی ہے کہ اس شب کو خصوصی طور پر جشن معراج کے طور پر منایا جاتا ہے، چراغاں کیا جاتا ہے، محفلیں منعقد کی جاتی ہیں اور عید کی طرح خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ شب قدر کی طرح بلکہ بسا اوقات اس سے بھی بڑھ کر اس کے فضائل ومناقب کا بیان ہوتا ہے۔ اس میں مخصوص صلاتیں اور دیگر خود ساختہ عبادتیں ادا کی جاتی ہیں۔ اگر اس رات ان سارے کاموں کی انجام دہی شریعت کا حصہ ہوتی تو اس رات کی تاریخ میں اس قدر شدید اختلاف ہر گز نہ ہوتا اور صحابہ وتابعین اس تاریخ کو لازمی طور پر یاد رکھتے اور اس میں وہ سب کچھ کرتے جو دین وشریعت کا تقاضا ہوتا کیونکہ وہ ہر نیکی میں ہم سے آگے رہنے والے تھے اور انھیں اللہ ورسول سے ہم سے کہیں زیادہ محبت تھی۔

([6]) دیکھئے: الرحیق المختوم صفحہ ۱۹۷۔

معراج روحانی ہوا یا جسمانی؟

اہل سنت وجماعت کے محقق علمائے کرام کا فیصلہ ہے کہ معراج حالت بیداری میں جسم وروح سمیت ہوا ہے اور یہی قول برحق ہے۔اس کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

ا۔اس واقعہ کے بیان کے لئے اللہ تعالی نے تعجب کا صیغہ ﴿ سُبْحٰنَ ﴾ استعمال کیا ہے جیسا کہ آیت پہلے گذر چکی ہے۔اگر یہ واقعہ صرف ایک خواب ہوتا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ خواب میں زمین وآسمان کی سیر ایک عام آدمی سے بھی ہوسکتی ہے۔

۲۔اللہ تعالٰی نے واقعۂ معراج کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اللہ اپنے بندے کو لے گیا،اور یہ بات معلوم ہے کہ بندہ جسم وروح دونوں کے مرکب کا نام ہے۔قرآن کریم کی متعدد آیات میں لفظ "عبد" (بندہ) جسم وروح دونوں کے مجموعے پر بولا گیا ہے۔مثال کے طور پر سورہ طہ آیت (۷۷) سورہ شعراء آیت (۵۲) سورہ دخان آیت (۲۳) سورہ بقرہ (۸۶) وغیرہ۔

۳۔کفار نے اس واقعہ کی تکذیب کی بلکہ بعض ضعیف الایمان مسلمانوں کے بھی قدم ڈگمگا گئے۔اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا یا فقط کوئی روحانی سیر ہوتی تو اس میں ایسی حیرت کی کوئی بات نہیں تھی جس کو جھٹلانے کی ضرورت ہو۔

۴۔صحیحین کی روایت ہے کہ کفار نے بیت المقدس کے تعلق سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سوالات کئے تو اللہ تعالی نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا۔ کفار پوچھتے جاتے تھے اور آپ سامنے دیکھ دیکھ کر بتلاتے جاتے تھے۔

اگر یہ صرف خواب کی بات ہوتی تو کفار کی جانب سے بیت المقدس سے متعلق تفصیل پوچھنے کی ضرورت نہ تھی اور اگر کسی نے پوچھا بھی ہوتا تو اتنا جواب دے دینا کافی تھا کہ میں تو اپنا خواب بیان کر رہا ہوں۔اللہ تعالی کو بیت المقدس آپ کے سامنے جلوہ گر کر دینے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ معراج کا سفر ایک جسمانی سفر تھا،اس میں جو کچھ دیکھا گیا وہ عینی مشاہدات تھے،وہ کوئی روحانی سیر یا قلبی مشاہدات یا کشف یا خواب کا معاملہ نہیں تھا،اسے خواب یا روحانی سیر یا قلبی مشاہدہ قرار دینا بالکل باطل ہے،ایسا کہنے سے اس واقعہ کی ساری اہمیت وعظمت ختم ہو جاتی ہے۔

واقعۂ معراج کا پس منظر

نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب اور آپ کی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد یہ واقعہ ہوا۔ابو طالب وہ شخص تھے جو رشتہ داری کی بنا پر نبی ﷺ کی حمایت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے:

وَاللهِ لَن يَّصِلُوا إِلَيكَ بِجَمْعِهِم * حَتَّىٰ أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِينًا (7)

ابو طالب (8) اور خدیجہ کے انتقال کے بعد کفار کے حوصلے اور جرأتیں بڑھ گئیں،انھوں نے آپ ﷺ پر زمین تنگ کر دی اور آپ کا چلنا پھرنا دوبھر کر دیا۔ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آسمان کی وسعتوں کے دروازے کھول دیئے۔

وہ اللہ جس نے آپ کو آخری نبی بنایا تھا، جس نے آپ کو دعوت توحید عام کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ اپنے نبی کو اپنی قدرت کے جلوے برہنہ آنکھوں سے دکھانا چاہتا تھا تاکہ آپ پریشان نہ ہوں اور موجودہ مصائب سے دل چھوٹا نہ کریں۔اللہ کے نبی ﷺ کو اللہ عزوجل کے قدرت کی معرفت ضرور تھی اور آپ ﷺ خوب واقف تھے کہ وہی اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی کشتی کو پار لگانے والا ہے اور وہی یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے دوبارہ زندہ وسلامت واپس لانے والا ہے اور وہی ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے شعلوں کو گل وگلزار بنانے والا ہے اور وہی موسیٰ علیہ السلام کو دریا پایاب کر کے نجات عطا فرمانے والا اور فرعون کو غرقاب کرنے والا ہے اور وہی عیسیٰ علیہ السلام کو تختۂ دار سے محفوظ رکھنے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے نبی ﷺ کو اپنی بعض بڑی بڑی نشانیاں چشم دید کرا دے تاکہ علم الیقین سے آگے بڑھ کر آپ کو عین الیقین حاصل ہو جائے۔

(7) ترجمہ: اللہ کی قسم! کفار اپنے تمام لشکروں کے باوجود آپ تک نہیں پہنچ سکتے،اس کے لئے انھیں پہلے میری لاش سے گذرنا ہوگا۔

(8) ابو طالب اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) سے بے حساب محبت کرتے تھے اور ان کی ہمدردی اور نصرت واعانت میں کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی تھی لیکن چونکہ انھوں نے آپ کی لائی ہوئی دعوت توحید کو قبول نہیں کیا اس لئے اللہ کی رحمت کاملہ کے مستحق نہ ہو سکے، چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں نہایت وضاحت اور صراحت کے ساتھ ان کے جہنمی ہونے کا ذکر موجود ہے،البتہ نبی ﷺ کی شفاعت کی بنا پر انھیں جہنم کا سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا،ان کے پاؤں میں آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے ان کا دماغ کھولتا رہے گا۔

راویان حدیث معراج

واقعۂ معراج کی حدیث ستائیس صحابۂ کرام اور تین صحابیات رضی اللہ عن الجمیع سے مروی ہے۔[9] ہم ذیل میں ان کے نام ذکر کرتے ہیں:

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
(۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ
(۳) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
(۴) بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ
(۵) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
(۶) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
(۷) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ
(۸) صہیب رومی رضی اللہ عنہ
(۹) عبدالرحمن بن قرظ رضی اللہ عنہ
(۱۰) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
(۱۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
(۱۲) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
(۱۳) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
(۱۴) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
(۱۵) مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ
(۱۶) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
(۱۷) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
(۱۸) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
(۱۹) ابوحبہ رضی اللہ عنہ
(۲۰) ابویعلی رضی اللہ عنہ
(۲۱) ابوامامہ رضی اللہ عنہ
(۲۲) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
(۲۳) ابوالعمراء رضی اللہ عنہ
(۲۴) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ
(۲۵) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
(۲۶) ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہ
(۲۷) عبداللہ بن أسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ
(۲۸) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
(۲۹) ام ہانی رضی اللہ عنہا
(۳۰) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

واقعۂ معراج کی تفصیل کے لئے ہم نے مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو اصل بنایا ہے جو واقعۂ معراج سے متعلق سب سے زیادہ تفصیلی حدیث ہے اور وہ صحیحین میں مروی ہے نیز اسے صاحب مشکاۃ نے باب قصۃ المعراج کے فصل اول کی پہلی حدیث کے طور پر ذکر کیا ہے۔ دیگر صحابہ کی روایات سے ثابت اضافے ہم نے قوسین () میں ذکر کر کے حاشیہ میں ان کا حوالہ دے دیا ہے۔ نیز بعض مقامات پر معمولی وضاحتی نوٹ بھی ہم نے قوسین () ہی میں رکھا ہے۔

---

[9] تفصیل کے خواہشمند فتح الباری للحافظ ابن حجر، "الاسراء والمعراج" للمحدث الالبانی رحمہ اللہ نیز قاضی سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ کی کتاب "رحمۃ للعالمین" جلد سوم اور دیگر مطول کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

حدیث معراج

مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء و معراج کی شب کا واقعہ لوگوں سے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

رب کے قاصد کی آمد

میں اس رات[10] حطیم میں[11] اور بعض مواقع پر آپ نے فرمایا: میں اس رات حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا (فرشتہ) میرے پاس آیا(اچانک میرے گھر کی چھت اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور جبریل اتر آئے[12]) ۔

شق صدر

فرشتہ نے یہاں سے یہاں تک (گردن کے گڑھے سے لے کر ناف تک) چیر دیا۔اس کے بعد میرے سینہ سے دل کو نکال لیا۔ میرے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پھر میرے دل کو دھویا گیا[13] اور اس میں

---

[10] معراج کا واقعہ رات میں ہوا،اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ رات کا سفر زیادہ مناسب ہوتا ہے اور رات کے اندر کم وقت میں طویل مسافت طے ہو جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے: ((سفر رات میں کیا کرو کیونکہ رات میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے))۔(أبوداود)

[11] حطیم خانۂ کعبہ کا وہ حصہ ہے جسے قریش نے باہر چھوڑ دیا تھا جو فی الحال عمارتِ کعبہ کے شمال میں دیوار سے گھیرا ہوا ہے۔اسی کا دوسرا نام حِجر بھی ہے۔

[12] یہ روایت صحیحین میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ بھی ایک نشانی تھی جو اللہ نے آپ کو دکھائی اور یہ آئندہ واقعات کے لئے ایک تمہید تھی کہ جس طرح چھت اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہے اور اس کے لئے مادی اسباب ووسائل استعمال نہیں کئے گئے اسی طرح آپ کا سینۂ مبارک چاک کیا جانے والا ہے اور اس کے لئے مادی اسباب ووسائل کی ضرورت نہ ہوگی نیز وہ بھی دوبارہ ایسے ہی بند ہو جائے گا کہ شگاف کا کوئی سراغ باقی نہ رہے گا اور ایسے ہی آسمان کے دروازے بھی آپ کے لئے کھول دیئے جانے والے ہیں۔اس میں ایک نکتہ اور راز یہ بھی تھا کہ یہ سفر ماسبق اور مابعد کے تمام سفروں سے انوکھا ہوگا،اس میں عجیب وغریب نوادرات کا آپ عینی مشاہدہ کریں گے جو آپ کے لئے تعجب خیز ضرور ہوں گی لیکن ان کا وقوع پذیر ہونا محال اور ناممکن نہیں نیز یہ چیزیں آپ کی عظمت ورفعت کو دوبالا کریں گی۔

[13] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سونے کے طشت میں رکھ کر دھویا گیا۔اس میں اہل علم نے بہت ساری حکمتیں بیان کی ہیں۔سونا ایک قیمتی چیز ہے اور اسے بطور قیمت ہمیشہ تسلیم کیا گیا ہے،اس میں ایک خاص چمک ہے،اسے آگ میں ڈالا جائے تو جلکر ختم ہونے کے بجائے اور نکھرتا ہے،اسے مٹی میں دفن کر دیا جائے تو سڑتا نہیں،مٹی اسے کھاتی نہیں،اس میں زنگ نہیں لگ سکتا۔

ایمان وحکمت کے بھرنے کے بعد اسے واپس سینہ میں رکھ دیا گیا۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ پھر میرے پیٹ کے اندرونی حصہ کو آب زمزم سے دھویا گیا(14)۔اور اسے ایمان وحکمت(15) سے بھر دیا گیا(16)۔(اسے شق صدر کا واقعہ کہا جاتا ہے(17)) ۔

ان بہت ساری خوبیوں کی بنا پر آپ ﷺ کا قلب مبارک رکھنے کے لئے سونے کا برتن استعمال کیا گیا۔

(14)زمزم کا پانی دنیا کا سب سے بہترین، افضل اور مبارک پانی ہے نیز زمزم کی برکتیں تاقیامت باقی رہیں گی۔ نبی ﷺ کے قلب مبارک کو زمزم سے دھو کر اس میں جو ایمان وحکمت رکھا گیا ہے اس کی برکتیں بھی تاقیامت باقی رہیں گی۔

(15)ایمان وحکمت سے نبی ﷺ کے قلب کو معمور کر دیا گیا۔ایمان قلبی یقین، زبانی اقرار اور اعضاء کے ذریعہ عمل کا نام ہے اور حکمت علم وحلم اور عقل وعدل کا نام ہے جو غصہ وجہالت اور ظلم وحماقت کی ضد ہے۔ حکمت یہ ہے کہ ہر قول وفعل، ذات وصفات اور ہر شخص کو وہی مقام دیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔ ایمان کے بعد حکمت سے زیادہ فضیلت والی چیز کوئی نہیں کیونکہ اگر کوئی ہوتی تو حکمت کے بجائے اسے ساتھ رکھا جاتا۔قرآن مجید میں حکمت کی بہت تعریف آئی ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَمَن يُؤْتَ ٱلْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِىَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ البقرۃ: ۲۶۹ (جسے حکمت دے دیا گیا اسے بہت بڑی بھلائی سے نواز دیا گیا)۔

یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ ایمان وحکمت تو معنوی چیزیں ہیں انھیں دل میں کیسے رکھا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب وسنت میں معنوی چیزوں کے تعلق سے بہت سی ایسی باتیں آئی ہیں جو مادی چیزوں کے لئے ہوتی ہیں، اور یہ اللہ کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں، مثلاً موت کے تعلق سے نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ ((موت کو بروز قیامت جنت وجہنم کے درمیان لاکر ذبح کر دیا جائے گا))۔(متفق علیہ) نیز انسانی اعمال کا وزن کیا جائے گا۔اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ((سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے سفارش کریں گے))۔وغیرہ

(16)اگر اللہ تعالی چاہتا تو آپ کا سینہ چاک کئے بغیر ایمان وحکمت کو آپ کے سینہ میں ڈال سکتا تھا لیکن اللہ تعالی نے ایسا اس لئے کیا تاکہ دنیاوی اسباب کا خوف ختم ہو جائے اور آپ کے اندر شجاعت وبہادری پیدا ہو جائے، چنانچہ نبی ﷺ کی بہادری نہایت بے مثال تھی جیسا کہ آپ کی سیرت اس پر شاہد عدل ہے۔ جہاں بڑے بڑوں کے پتے پانی ہو جاتے تھے، جہاں سے بڑے بڑے بہادر بھاگ کھڑے ہوتے تھے وہاں نبی ﷺ ثابت قدم رہتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب زور کا رن پڑتا تھا تو ہم نبی ﷺ کی آڑ میں آکر آپ کی پناہ لیا کرتے تھے۔ سینہ بلا تکلیف چاک کئے جانے سے دنیاوی آلام کا خوف آپ کے دل سے نکل گیا۔ایسے ہی اس واقعہ سے آپ کے قوت یقین میں اضافہ ہوا کہ اللہ تعالی بہت سی چیزیں اسباب کے بغیر کرتا ہے چنانچہ آپ کی زندگی میں بیشمار واقعات ایسے ہوئے جو خلاف اسباب تھے۔

(17)مشہور یہی ہے کہ شق صدر کا واقعہ نبی ﷺ کی زندگی میں دو بار ہوا لیکن تیسری بار شق صدر ہونے کے واقعہ کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ایک دفعہ جب آپ دائی حلیمہ کے گھر پرورش پا رہے تھے تو وہاں جبریل علیہ السلام آئے،

براق کی سواری

اس کے بعد میرے پاس ایک ایسا جانور لایا گیا جو خچر سے کچھ چھوٹا اور گدھے سے کچھ اونچا تھا[18] اس کا رنگ سفید تھا اور اس کا نام براق تھا[19]۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں اس کی نگاہ کی آخری حد ہوتی تھی۔ مجھے اس جانور پر سوار کیا گیا[20]۔ (براق کو زین کس کر اور لگام لگا کر لایا گیا تھا، جب میں نے اس پر سوار ہونا چاہا تو وہ مچلنے لگا اور اس پر بیٹھنا دشوار ہونے لگا[21]۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: اے براق! تجھ پر اللہ کے یہاں اس شخص سے زیادہ

آپ کا سینہ چاک کیا اور ایک سیاہ لوتھڑا نکال کر اسے باہر پھینک دیا اور فرمایا: یہ آپ کے اندر شیطان کا حصہ تھا۔ اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور پرورش شیطانی آلائشوں سے دور نہایت محفوظ انداز میں ہوئی۔ پھر دوبارہ جب آپ کو نبی بنایا جانے لگا تو نبوت سے پہلے بھی ایک بار آپ کا سینہ چاک کیا گیا تاکہ اسے بار نبوت کو سنبھالنے کے لئے مطلوبہ قوت کا متحمل بنادیا جائے۔ اور تیسری بار معراج سے پہلے آپ کا سینہ چاک کیا گیا تاکہ آسمانی سفر نیز رب ذوالجلال سے ملاقات کے لئے آپ کو تیار کردیا جائے۔

شق صدر کا واقعہ تین بار ہوا تاکہ کامل ہوجائے جیسے اعضاء وضو تین بار دھلے جانے کے بعد ان کی طہارت کامل ہوجاتی ہے۔

[18] بعض اہل بدعت نے براق کی تصویر بنائی اور اپنی ہوس پرستی کا مظاہرہ اس طرح کیا کہ اس پر چہرہ عورت کا لگایا اور بقیہ جسم گھوڑے کا بنایا جبکہ صحیح احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ براق گدھے اور خچر کے بیچ کا ایک جانور تھا اور جہاں تک چہرے کی بات ہے تو کسی نص شرعی سے یہ بات ثابت نہیں کہ براق کو انسانی صورت عطا کی گئی تھی۔

[19] براق کا لفظ یا تو بریق سے مشتق ہے جس کا مطلب چمک اور روشنی ہے یعنی وہ ایک سفید اور چمکدار جانور تھا۔ یا تو برق سے مشتق ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بجلی کی طرح تیز رفتار تھا۔ گھوڑے کی سواری کی بجائے خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا جانور اختیار کرنے کی حکمت اہل علم نے یہ بیان کی ہے کہ گھوڑے عموماً عربوں کے یہاں حالت جنگ میں استعمال کئے جاتے تھے لیکن گدھے اور خچر حالت امن میں استعمال ہوتے تھے۔ براق کی سواری گدھے اور خچر کے بیچ تھی جو اس بات کی نشانی تھی کہ آپ پورے امن وامان کے ساتھ آسمان وزمین کی سیر کریں گے، کہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ ساتھ ہی یہ دکھانا بھی مقصود تھا کہ گدھے اور خچر جو عموماً سست رفتار ہوتے ہیں ان کے درمیان کے جانور کو اللہ نے نہایت تیز رفتار بنا کر ایک معجزہ عطا کیا۔

[20] اللہ تعالیٰ چاہتا تو سواری کے بغیر یہ سفر طے کرا سکتا تھا لیکن اللہ کی جانب سے یہ اپنے نبی کی عزت افزائی تھی کہ آپ کو بلایا تو قاصد کو سواری کے ساتھ بھیجا۔

[21] دراصل براق اس خوشی میں مچل رہا تھا کہ اس پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرمارہے ہیں، اس کی ایک مثال وہ بھی ہے جب

معزز کوئی ہستی آج تک سوار نہیں ہوئی۔ یہ سن کر براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔اور پھر محمد ﷺ اس پر سوار ہوئے۔(([22]))

بیت المقدس کا سفر

پھر جبریل علیہ السلام مجھے وہاں سے لے کر چلے۔ (آپ ﷺ کی سواری کی رکاب جبریل علیہ السلام تھامے ہوئے تھے۔سفر طے کر کے بیت المقدس پہنچے۔ راستہ میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک سے گذر ہوا جو سرخ ٹیلے کے پاس ہے، وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر صلاۃ پڑھ رہے تھے([23])۔بیت المقدس سے باہر ایک پتھر کے ایک حلقے میں

رسول اکرم ﷺ اور آپ کے تین دوست ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم احد کی پہاڑی پر چڑھے تو احد مارے خوشی کے جھومنے لگا اور اس حرکت کو سب نے محسوس کیا تو نبی ﷺ نے احد کو مخاطب کر کے فرمایا: ((احد ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں))۔(بخاری)

([22]) یہ روایت سنن ترمذی میں ہے اور علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

([23]) یہ حدیث صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں صلاۃ پڑھنا ان خصوصیات میں سے ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو عطا فرمایا ہے۔اگرچہ اللہ عزوجل نے انبیاء اور رسولوں کو بشر اور انسان ہی بنایا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ الکھف: ۱۱۰ (فرمادیجئے کہ میں تمھیں جیسا ایک بشر ہوں) نیز ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۖ وَمَا كَانَ لَنَآ أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾ ابراہیم: ۱۱ (رسولوں نے اپنی قوموں سے کہا: ہم تو تم جیسے انسان ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور یہ ہمارے بس میں نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ لا سکیں) نیز تمام انبیاء مرد تھے۔ارشاد ہے: ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِىٓ إِلَيْهِم ﴾ یوسف: ۱۰۹ ، نحل: ۴۳،انبیاء: ۷ (ہم نے آپ سے پہلے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے)۔لیکن اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کو بقیہ دوسرے انسانوں کے مقابلے میں بہت ساری خصوصیات سے نوازا ہے اور بہت سے امتیازات عطا فرمائے ہیں۔ہم ان کی موت سے متعلق چند خصوصیات ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ہر نبی کو موت کے وقت اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں باقی رہے یا سفر آخرت اختیار کرے۔حدیث میں ہے: ((جو نبی بیمار پڑتا ہے اسے دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے))۔(بخاری و مسلم) لیکن انبیاء کرام ہمیشہ آخرت اور انعام یافتہ بندوں کی رفاقت اختیار کرتے ہیں۔

۲۔سارے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور صلاۃ پڑھتے ہیں۔(یہ قول رسول ﷺ مسند ابی یعلی میں بہ سند صحیح ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلہ صحیحہ للالبانی ح ۶۲۱)۔نیز اس کی دلیل موسیٰ علیہ السلام سے متعلق متن میں مذکور صحیح مسلم کی روایت بھی

جبریل علیہ السلام نے براق کو باندھ دیا۔ یہ وہی حلقہ تھا جس سے انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔اس کے بعد بیت المقدس میں داخل ہوئے اور دو رکعتیں صلاۃ پڑھی (24)۔

فطرت کا انتخاب

پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی۔ آپ کے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے۔ایک پیالہ میں دودھ تھا اور دوسرے پیالے میں شراب تھی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ منتخب کر کے اسے نوش فرمایا (25)۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: اَلْحَمْدُ

ہے۔ واضح رہے کہ یہ برزخی زندگی ہے جس کی حقیقت کو اللہ تعالی ہی بہتر جانتا ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل بدعت کی طرح نہ ہی اس کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی غلو کر کے اسے دنیاوی زندگی کی طرح ثابت کرتے ہیں۔

۳۔انبیاء کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔ یہ اللہ کی طرف سے اپنے برگزیدہ نبیوں کا اعزاز ہے کہ ان کے جسم مٹی میں نہیں ملتے خواہ دفن کے بعد کتنی ہی طویل مدت گذر جائے۔ حدیث میں ہے: ((اللہ تعالی نے نبیوں کے جسموں کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے))۔(ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)

۴۔انبیاء وہیں دفن کئے جاتے ہیں جہاں ان کی وفات ہوتی ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے کہ ((ہر نبی کو وہیں دفن کیا گیا جہاں اس کی موت ہوئی))۔اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حجرۂ عائشہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ کی وفات ہوئی تھی۔

(مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب" وفات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم" کا مطالعہ کریں۔)

(24) یہ حدیث صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن ترمذی اور مسند احمد میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں صلاۃ پڑھنے کا انکار کیا ہے نیز براق کے پتھر کے حلقہ میں باندھنے کا بھی یہ کہتے ہوئے انکار کیا ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جانور کے بھاگ جانے کا اندیشہ تھا جب کہ رب کریم نے اسے آپ کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات بڑی قابل عبرت ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنی رائے سے ایک بات فرمائی اور وہ حقیقت کے خلاف نکلی۔ اس لئے آپ کی بات جو محض رائے پر مبنی تھی خلاف واقعہ ہونے کی بنا پر بے قیمت ہو گئی۔ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ثابت احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں صلاۃ بھی ادا کی ہے اور پتھر کے ایک حلقہ سے براق کو باندھا بھی ہے۔ اسی لئے اہل علم اس اصولی قاعدے پر متفق ہیں کہ ثابت کرنے والے کو انکار کرنے والے پر ترجیح حاصل ہے اور جس نے یاد رکھا وہ نہ یاد رکھنے والے کے خلاف حجت ہے نیز ثابت حدیث کے مقابلے میں رائے اور قیاس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(25) یہ حدیث بھی صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یاد رہے کہ شراب کی حرمت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی، واقعۂ معراج کے وقت شراب حرام نہیں تھی، لیکن چونکہ شراب ایسی خبیث شیء ہے جسے کوئی بھی صاحب عقل سلیم اور حامل فطرت مستقیم اختیار نہیں کر سکتا، شراب ام الخبائث ہے، ہر طرح کی برائیوں، گناہوں اور بدکاریوں کی جڑ ہے۔ شراب پینے

لِلّٰهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ "ہر قسم کی حمد وثنا اللہ کے لئے جس نے آپ کو فطرت کی رہنمائی کی، اگر آپ نے شراب کو اختیار کیا ہوتا تو آپ کی امت گمراہ ہوگئی ہوتی"([26])

پہلے آسمان میں داخلہ

جبریل علیہ السلام مجھے لے کر آسمان دنیا پر پہنچے۔ وہاں پہنچ کر دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو دریافت کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں([27])۔ پھر پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: محمد

سے عقل غائب ہوجاتی ہے اور پھر نیک وبد اور اطاعت ومعصیت کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے شراب کے بجائے دودھ کا انتخاب فرمایا جو نہایت مبارک مشروب ہے، جو پانی بھی ہے اور کھانا بھی ہے۔ پیاس بھی بجھاتا ہے اور بھوک بھی مٹاتا ہے۔ جس میں کسی قسم کا ضرر نہیں۔ پیدائش کے بعد سب سے پہلے انسان کے پیٹ میں یہی غذا پہنچتی ہے اور اسی سے اس کی پرورش اور پرداخت ہوتی ہے۔

([26]) یہ حدیث بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جبریل علیہ السلام کے حمدیہ کلمات سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ کسی کار خیر کی ہدایت وتوفیق پر ہمیں اللہ کا شکر گذار ہونا چاہئے اور الحمد للہ کہنا چاہئے خواہ وہ ہم سے ہوا ہو یا ہمارے بھائی سے۔ اس فریب میں ہرگز نہ مبتلا ہونا چاہئے کہ یہ کام ہماری اپنی محنت کا نتیجہ ہے اور یہ میدان ہم نے اپنے بل بوتے پر سر کیا ہے۔ امت محمدیہ کو حمد سے بڑی نسبت ہے۔ ان کا ایک نام حمادون ہے۔ ان کے نبی کا نام احمد اور محمد ہے۔ ان کی ابتدا بھی حمد سے ہے اور اختتام بھی حمد پر ہے۔ قیامت کے دن حمد کا پرچم اسی امت کے نبی محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔ یہ امت جنت میں داخل ہوگی تو حمد کا نغمہ گاتے ہوئے﴿ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى هَدَىٰنَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ أَنْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ ﴾الأعراف: ۴۳، اور جنت میں پہنچ کر بھی ان کی زبان حمد سے تر ہوگی۔﴿ وَءَاخِرُ دَعْوَىٰهُمْ أَنِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠﴾ ﴾ یونس: ۱۰۔

([27]) اس سے معلوم ہوا کہ آسمان ایک حقیقی چیز ہے وہ فقط منتہائے نگاہ یا حد نظر ہی نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے نیز اس میں دروازے بھی ہیں اور ان دروازوں پر دربان فرشتے مقرر ہیں۔ ان دروازوں سے فرشتے آتے جاتے ہیں اور اجازت لے کر ہی اندر داخل ہوتے ہیں۔ اس سے ہمیں یہ نصیحت ملتی ہے کہ کسی گھر میں داخل ہونے کے لئے ہمیں اجازت حاصل کرنی چاہئے۔ آج ہمارے ماحول میں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگوں کو اس سنت اور ادب کی خبر نہیں۔ اگر کسی بے تکلف ساتھی سے کہا جائے کہ ہمارے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت لے لیا کیجئے تو منہ بگاڑ لے گا۔ بہرکیف اسلامی شریعت میں اجازت لینے کے بعض آداب ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کریں۔ کہیں: السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

ﷺ ہیں (28)۔ پھر پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔تب کہا گیا کہ ہم انھیں مرحبا کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔

آدم علیہ السلام سے ملاقات

پھر آسمان کا دروازہ کھولا گیا۔ میں جب اندر داخل ہوا تو وہاں میرے سامنے آدم علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ آدم علیہ السلام سے سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا اور آدم علیہ السلام نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: نیک بیٹے اور نیک پیغمبر کو خوش آمدید ہو (29)۔ (آدم علیہ السلام کے دائیں

۲۔دروازہ صرف اتنے زور سے کھٹکھٹائیں کہ معلوم ہو جائے کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔

۳۔ تین بار درمیان میں فاصلہ دے کر دروازہ کھٹکھٹائیں،اس کے باوجود جواب نہ ملے تو واپس ہو جائیں۔

۴۔ جب گھر کے اندر سے پوچھا جائے کہ آپ کون ہیں تو "میں ہوں" کہنے کے بجائے اپنا پورا نام بتائیں۔ جیسے جبریل علیہ السلام نے پوچھنے پر بتایا: جبریل ہوں۔

۵۔اگر کسی کے یہاں اچانک پہنچ جائیں اور وہ اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے تو اس کو معذور سمجھیں۔

(مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب" اسلامی حقوق وآداب" کا مطالعہ کریں۔)

(28)فرشتہ نے جبریل علیہ السلام سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا کوئی اور ہے؟ بلکہ یہ پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ آسمان ایسا باریک ہے کہ اندر سے باہر کی چیز نظر آتی ہے یا نبی محترم ﷺ کی رفاقت جبریل سے انوار وتجلیات کی ایسی برکھا ہو رہی تھی کہ فرشتہ کو احساس ہو رہا تھا کہ کوئی اور مبارک ہستی بھی جبریل علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ پھر فرشتہ کو جب یہ جواب ملا کہ ساتھ میں محمد ﷺ ہیں تو اس نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالی سے پوچھ کر میں اندر آنے کی اجازت دوں گا بلکہ یہ کہا کہ کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتوں میں محمد ﷺ کی آمد اور تشریف آوری کی چرچا پہلے سے تھی چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا۔ یہاں ایک بات اور بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر آپ نے کسی کو بلانے کے لئے اپنا قاصد بھیجا ہو اور وہ قاصد ساتھ میں آ رہا ہو تو گویا قاصد اس بات کی علامت اور نشانی ہے کہ اس شخص کو گھر میں آنے کی اجازت ہے۔اللہ کے قاصد جبریل علیہ السلام کے ساتھ ہونے کی وجہ سے فرشتہ کو معلوم ہو گیا کہ محمد ﷺ کو اندر آنے کی اجازت ہے۔

(29)آدم علیہ السلام پہلے نبی ہیں اور پہلے آسمان پر ان سے ملاقات ہوئی نیز آدم علیہ السلام وہ شخص ہیں جنھیں پہلے جنت میں جگہ دی گئی تھی اور وہاں آپ مانوس ہو چکے تھے لیکن پھر اسے چھوڑ کر دنیا میں آنا پڑا تھا اور پھر دوبارہ جنت میں ان کا داخلہ ہوا۔ان کے اس واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے بعض اہل علم نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو بھی یہ اشارہ دیا گیا کہ آپ کو بھی انھیں کی طرح اپنا مانوس وطن مکہ چھوڑ کر ہجرت کرنی ہو گی لیکن پھر آپ مکہ میں ایک دن دوبارہ معزز ومکرم داخل ہوں گے۔آدم علیہ السلام نے آپ کی نبوت کا اقرار کیا اور آپ کو نیک بیٹے سے تعبیر کیا کیونکہ آدمی اپنے قابل فخر بیٹے کو اپنا بیٹا کہہ کر خوشی محسوس کرتا ہے اور

کچھ روحیں تھیں اور بائیں کچھ روحیں تھیں جب آپ اپنے دائیں طرف دیکھتے تو ہنس پڑتے اور جب اپنے بائیں طرف دیکھتے تو رو پڑتے۔ ان کے دائیں اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں تھیں، داہنے اہل جنت تھے اور بائیں اہل دوزخ۔([30]))۔

دوسرے آسمان پر

اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اور اوپر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر آئے اور اس کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو دریافت کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔ تب کہا گیا کہ ہم انھیں مرحبا کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا۔ میں جب اندر داخل ہوا تو وہاں میرے سامنے یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام تھے جو آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ وہاں پر جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ یہ یحیی اور عیسی ہیں آپ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے ان دونوں کو سلام کیا تو ان دونوں نے میرے سلام کا جواب دیا پھر ان دونوں نے کہا: ہم لوگ اپنے نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

تیسرے آسمان پر

اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر تیسرے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو دریافت کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔ تب کہا گیا کہ ہم انھیں مرحبا کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ پھر آسمان کا دروازہ

کیوں نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اولاد کے سردار ہیں۔ اور قیامت کے دن سارے انبیاء آپ کے پرچم تلے ہوں گے۔ یہاں ایک اور مسئلہ قابل غور ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان فضائل کے باوجود آدم علیہ السلام سے سلام کرنے میں پہل کی جس سے معلوم ہوا کہ آنے والے کو پہلے سلام کرنا چاہئے اگرچہ وہ دوسروں سے افضل ہو۔

([30]) قوسین کا اضافہ بخاری و مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ آدم علیہ السلام اپنے داہنے جانب اہل جنت کی روحیں دیکھ کر خوشی ومسرت سے ہنس پڑتے کیونکہ ایک شفیق باپ اپنی سعادت مند اولاد کی خوشحالی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور اپنے بائیں جانب اہل دوزخ کی روحیں دیکھ کر رو پڑتے کیونکہ ایک مہربان باپ اپنی بدبخت اولاد کی بدحالی دیکھ کر غمزدہ ہوتا ہے۔

کھول دیا گیا۔ تو میں اندر داخل ہوا، وہاں میرے سامنے یوسف علیہ السلام تھے ([31])۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ یوسف ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔ (یوسف علیہ السلام وہ شخص ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا کا آدھا حسن عطا فرمایا تھا۔ ([32]))۔

چوتھے آسمان پر

اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہنچے اور اسے کھولنے کے لئے کہا تو دریافت کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں۔ پھر پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔ تب کہا گیا کہ ہم انھیں مرحبا کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ پھر آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ میں اندر داخل ہوا تو وہاں میرے سامنے ادریس علیہ السلام تھے ([33])۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ادریس ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔

([31]) یوسف علیہ السلام وہ نبی ہیں جن کے باپ یعقوب علیہ السلام بھی نبی ہیں اور دادا اسحاق علیہ السلام بھی نبی ہیں اور پردادا ابراہیم علیہ السلام بھی نبی ہیں۔

([32]) یہ اضافہ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

([33]) ادریس علیہ السلام کے تعلق سے یہ بات مشہور ہے کہ ایک دن انھوں نے اپنے ایک دوست فرشتہ سے کہا کہ میں آسمان کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔ اس فرشتہ نے کہا: ٹھیک ہے میں آپ کو اپنے ساتھ لے کر چلتا ہوں۔ جب یہ دونوں چوتھے آسمان پر پہنچے تو موت کے فرشتے سے ملاقات ہوئی، اس نے ادریس علیہ السلام کو ساتھ دیکھ کر تعجب کیا اور بولا مجھے اللہ نے حکم دیا تھا کہ چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام کی روح قبض کروں لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ چوتھے آسمان پر کیونکر پہنچیں گے۔ اب انھیں دیکھتا ہوں تو اللہ کے علم وقدرت پر ایمان مزید بڑھ جاتا ہے پھر فرشتہ موت نے ادریس علیہ السلام کی روح قبض کرلی۔ یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے اسلامی شریعت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

پانچویں آسمان پر

اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو دریافت کیا گیا کہ آپ کون ہیں ؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔تب کہا گیا کہ ہم انھیں مرحبا کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ پھر آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ تو میں اندر داخل ہوا، وہاں میرے سامنے ہارون علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ہارون ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو([34])۔

چھٹے آسمان پر

اس کے بعد جبریل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چڑھے یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو دریافت کیا گیا کہ آپ کون ہیں ؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔تب کہا گیا کہ ہم انھیں مرحبا کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ پھر آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ تو میں اندر داخل ہوا، وہاں میرے سامنے موسیٰ علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ موسیٰ ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے، ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کس وجہ سے رو پڑے تو آپ نے فرمایا: میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک نوجوان کو میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا لیکن جنت میں داخل ہونے والے ان کے امتیوں کی تعداد میری

([34]) تمام انبیاء کرام نے محمد ﷺ کو نیک نبی اور نیک بھائی یا نیک بیٹا کہہ کر خوش آمدید کہا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے بگڑنے کا خطرہ نہ ہو تو اس کے منہ پر اس کی تعریف کی جا سکتی ہے ورنہ منہ پر تعریف کرنا منع ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ((تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو))۔ (ترمذی وابن ماجہ وصححہ الالبانی) سامنے تعریف سے منع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنی تعریف سن کر کبر وغرور اور فریب نفس میں مبتلا ہو جاتے ہیں؟

امت سے زیادہ ہے (35)۔

ساتویں آسمان پر

پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر ساتویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو دریافت کیا گیا کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔ تب کہا گیا کہ ہم انھیں مرحبا کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ پھر آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں میرے سامنے ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے دادا ابراہیم علیہ السلام ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: نیک فرزند اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔ (وہاں آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا (36)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام سے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا اور نیک بھائی کے بجائے

(35) موسیٰ علیہ السلام کے رونے کا سبب معاذ اللہ حسد نہیں تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ ہر نبی اپنی امت پر بڑا شفیق اور مہربان ہوتا ہے، چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی امت بنی اسرائیل نہایت سرکش اور نافرمان تھی، اس نے آپ کی مخالفت کی اور جنت حاصل کرنے میں کوتاہی کی، اس لئے اپنی امت پر افسوس کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ چونکہ امت کا پورا ثواب نبی کو بھی ملتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ((بھلائی کا راستہ دکھانے والے کو بھلائی پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے))۔ (مسلم) اس لئے اگر امت نبی کے بتائے ہوئے طریقے پر صدق دل سے گامزن ہو تو نبی کا رتبہ عظیم سے عظیم تر ہو جاتا ہے۔

(36) بیت المعمور سے ٹیک لگانے کا ذکر صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیت المعمور کا مقام آسمان میں وہی ہے جو مقام زمین پر کعبہ کو حاصل ہے۔ جس طرح اہل ایمان کعبہ جا کر اس کا طواف کرتے ہیں ویسے ہی فرشتے بیت معمور کا طواف کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا قبلہ کعبہ روئے زمین کی ناف ہے ٹھیک اسی کی سیدھ میں آسمان پر بیت معمور ہے۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت معمور میں داخل ہوتے ہیں پھر دوبارہ تا قیامت ان کی باری نہ آئے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی تعداد بے شمار ہے اور یہ فرشتے ہی اللہ کا لشکر اور اللہ کی فوج ہیں، ان کی گنتی اللہ کے سوا کسی کو نہیں معلوم۔ اس قبلۂ آسمان سے ٹیک لگا کر ابوالانبیاء، خلیل اللہ، امام الموحدین ابراہیم علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا اس کے احترام کے خلاف نہیں ہے۔ نہایت افسوسناک حقیقت ہے کہ بعض کلمہ گو مسلمان جو عقیدت و محبت کے نام پر بہت سی فرضی شریعتیں بنائے ہوئے ہیں انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کسی استاد کے گھر کی طرف یا کسی نیک شخص کی قبر یا کسی نام نہاد ولی کے مزار کی طرف پیٹھ کرنے کو گستاخی شمار کرتے ہیں۔ اور اسی لئے مزعومہ مقدس جگہوں سے ایڑی کے بل واپس ہوا کرتے ہیں اور اب

نیک فرزند اور نیک نبی کہہ کر آپ کو مرحبا کہا۔([37])

امت محمدیہ کے نام ابراہیم علیہ السلام کا پیغام

(پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی امت کو میرا اسلام پہنچایئے اور انھیں بتلایئے کہ جنت کی مٹی بہت پاکیزہ اور پانی بہت شیریں ہے لیکن وہ چٹیل میدان ہے ان کو اس میں پودے لگانا ہے اور جنت کے پودے سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہیں۔([38])

سدرۃ المنتہیٰ تک

اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا([39])۔(یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں سبز خوبصورت باریک ریشمی جوڑے میں دیکھا، ان کے چھ سو بازو تھے([40]) اور ان بازوؤں سے دُرّ ویاقوت جھڑ رہے

بعض نادانوں نے مکہ و مدینہ میں بھی یہ بدعت شروع کر دی ہے۔العیاذ باللہ۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کعبہ سے اپنی پیٹھ کو ٹیک لگائی ہے جیسا کہ مسند احمد میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

([37]) ابراہیم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نیک بھائی کہنے کے بجائے نیک فرزند کہہ کر مخاطب کیا کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل ذبیح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

([38]) یہ روایت سنن ترمذی میں ہے اور علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔اس روایت میں امت محمدیہ کے لئے ابراہیم علیہ السلام کا نہایت اہم پیغام ہے کہ وہ اپنی زبانیں ذکر الٰہی سے تر رکھیں، اس سے جنت میں ان کے لئے خوشنما سرسبز پودے اگ جائیں گے۔ ذکر الٰہی کے فوائد بیشمار ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الوابل الصیب" میں ذکر الٰہی کے تقریباً اسی (۸۰) فوائد ذکر کئے ہیں۔ہم ان میں سے چند یہاں پیش کرتے ہیں۔

ذکر الٰہی شیطان کو دفع کرتا اور اس کی قوت کو توڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا ذریعہ ہے، دل سے فکر و غم کو دور کرتا اور فرحت و سرور پیدا کرتا نیز چہرہ ودل کو منور کرتا ہے۔ذکر الٰہی اللہ کی محبت پیدا کرتا، اللہ کے قرب سے نوازتا اور دل وروح کی غذا ہے۔لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا اور زبان کو مختلف برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔وغیرہ

([39]) سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟ سدرۃ بیری کے جھاڑ کو کہتے ہیں اور منتہیٰ کے معنی ہیں جائے انتہاء یعنی تمام مخلوقات کے علم کی انتہا اور معلومات کی رسائی یہیں تک ہے۔اللہ اپنے احکام یہاں نازل کرتا ہے اور فرشتے یہاں سے لے لیتے ہیں اور فرشتے اپنی خبریں وغیرہ یہاں تک لے کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ یہاں سے لے لیتا ہے۔ لیکن یہ جو مشہور ہے کہ جبریل علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہاں میرے پر جلتے ہیں بالکل بے دلیل بات ہے۔

([40]) سبز ریشمی جوڑے کا ذکر بخاری میں اور چھ سو بازوؤں کا ذکر بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔

تھے (41)۔ پھر اس پر عجیب سماں طاری ہو گیا۔ (42)) اس درخت کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کے مانند تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے۔ وہاں چار نہریں بھی تھیں، دو نہریں باطنی اور دو نہریں ظاہری تھیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اے جبریل یہ کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہ دونوں باطنی نہریں جنت کی نہریں ہیں اور یہ دو ظاہری نہریں نیل وفرات ہیں۔ (پھر آپ ﷺ کو مزید اوپر لے جایا گیا جہاں قلم کی چرچراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ (43)) پھر میرے

---

(41) سدرۃ المنتہی کے پاس جبریل علیہ السلام کا چھ سو بازؤوں کے ساتھ نظر آنا اور ان سے دُر و یاقوت کا جھڑنا مسند احمد اور تفسیر طبری میں ہے اور علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(42) یعنی سدرۃ المنتہیٰ (بیری کے درخت) پر عجیب وغریب حسین وجمیل رنگ برنگی یاقوت وزمرد کی زرق برق اشیاء چھا گئیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اجمالی تذکرہ کیا ہے کیونکہ اس کے حسن کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ انسانی الفاظ اس جمالیاتی کیفیت کے بیان کے متحمل نہیں ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ سونے کے حسین وجمیل پتنگے اس درخت پر چھا گئے۔

(43) قوسین کا اضافہ بخاری ومسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ واقعۂ معراج میں نبی ﷺ اس بلندی پر پہنچے جہاں پر اللہ کے فیصلے، وحی اور تقدیر وغیرہ لکھنے سے قلم کی چرچراہٹ سنائی دیتی تھی۔ قلمیں رب کائنات کے حکم سے کائنات کے حوادث وواقعات کو معرض تحریر میں لانے میں مصروف کار تھیں۔ اس سے ہمیں ایک اہم ترین مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ رب کریم ساتوں آسمانوں کے اوپر اپنی مخلوق سے الگ اپنے عرش پر ہے۔

آج مسلمانوں کی اکثریت اس معاملہ میں گمراہی کا شکار ہے۔ جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ "اللہ کہاں ہے؟" تو ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ نام نہاد مسلمانوں کے جوابات ایک ہونے کے بجائے متعدد ہو جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ سوال کرنا ہی جائز نہیں اور کوئی کہتا ہے کہ ہر جگہ موجود ہے اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مومن بندے کے دل میں ہے۔ جب کہ یہ ساری باتیں غلط، حقیقت سے بعید اور نادرست ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ایسا سوال کرنا بالکل درست ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ایک باندی سے دریافت کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آسمانوں کے اوپر ہے اور پھر آپ ﷺ نے اسے ایمان والی قرار دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "اللہ کہاں ہے؟" کے جواب میں یہ کہنا کہ "ہر جگہ موجود ہے" یا "اللہ ہر مومن کے دل میں ہے" بالکل غلط جواب ہے۔ اہل سنت وجماعت اور سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کے اوپر اپنی مخلوق سے الگ تھلگ اپنے عرش کے اوپر ہے۔ اور یہ بلندی اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کے اعتبار سے بھی حاصل ہے اور اپنے قہر کے اعتبار سے بھی حاصل ہے اور اپنی شان کے اعتبار سے بھی حاصل ہے۔ قرآن پاک میں سات جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش پر مستوی ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز بے شمار آیتوں میں اپنی بلندی اور فوقیت

سامنے بیت معمور کو پیش کیا گیا۔اس کے بعد میرے سامنے ایک برتن میں شراب،ایک برتن میں دودھ، اورایک برتن میں شہد لایا گیا۔تو میں نے دودھ کو لے لیا(44)۔جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔

صلاۃ کی فرضیت

پھر اس کے بعد مجھ پر ہر دن پچاس وقت کی صلاتیں فرض کی گئیں۔ ان فرض صلاتوں کے ساتھ جب میں واپس ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا۔موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا حکم ملا ہے؟میں نے انھیں بتایا کہ ہر دن پچاس وقت کی صلاۃ کا حکم ملا ہے(45)۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت ہر دن پچاس وقت کی صلاۃ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔آپ نے اس امت کی بڑی خیر خواہی کی۔آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کی اصلاح کی تمام تر کوششیں کی ہیں۔آپ واپس اپنے رب کے پاس جایئے اور اپنی امت کے لئے اس میں کچھ تخفیف کا سوال کیجیے(46)۔میں واپس اللہ تعالیٰ کے پاس گیا تو دس صلاتیں کم کر دی گئیں۔پھر میں جب واپسی میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے اپنی پہلی بات دہرائی، میں پھر واپس گیا تو مزید دس وقت کی صلاتیں کم

کا ذکر فرمایا ہے۔

فرشتوں کا اوپر چڑھ کر اللہ کے پاس جانا اور وہاں سے اتر کر زمین پر بندوں کے پاس آنا، اعمال کا اوپر چڑھنا، عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کے پاس اٹھایا جانا، اوپر سے قرآن کریم اور دیگر کتابوں کا نازل ہونا، دعا کے لئے اوپر کی طرف ہاتھ اٹھانا اور دل کا اوپر کی طرف خود بخود کھنچنا، اللہ کے اوپر ہونے کے بے شمار دلائل و براہین میں سے چند ہیں۔

(44) جنت میں چار قسم کی نہریں ہوں گی۔ جیسا کہ سورہ محمد آیت ۱۵ میں مذکور ہے۔ ہر ہر نہر کا مشروب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ضیافت پیش کیا گیا۔

(45) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں کچھ فرشتوں کو رکوع میں دیکھا، کچھ فرشتوں کو سجدے میں دیکھا، کچھ فرشتوں کو قیام میں دیکھا اور کچھ فرشتوں کو ذکر و دعا کرتے دیکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ساری عبادات اکٹھا کر کے صلاۃ کی شکل میں دے دی گئی۔اور آپ کی امت کے لئے فرشتوں جیسا عمل معراج کا تحفہ بنا دیا گیا۔

(46) موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی اور آپ کی امت کی خیر خواہی کی۔ یہاں ہمیں اس بات کی نصیحت ملتی ہے کہ اگر ہمارے پاس اپنے کسی بھائی کی خیر خواہی کے لئے کوئی موقع موجود ہے تو اپنا بھائی کہے یا نہ کہے خیر خواہی طلب کرے یا نہ کرے ہمیں از خود اس کی خیر خواہی کرنی چاہیے۔اور اس کے حق میں جو چیز بہتر اور بھلی ہے اس کی اطلاع اسے دے دینی چاہیے۔

کر دی گئیں۔ واپسی میں جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انھوں نے پھر وہی بات دہرائی۔ میں اپنے رب کے پاس واپس گیا تو مزید دس وقت کی صلاتیں کم کر دی گئیں۔ پھر واپسی میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے میرا گذر ہوا تو انھوں نے اپنی وہی بات دہرائی۔ میں اپنے رب کے پاس گیا تو مزید دس صلاتیں کم کر دی گئیں اور مجھے روزانہ دس وقت کی صلاتوں کا حکم دیا گیا۔ پھر واپسی میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انھوں نے اپنی وہی بات دہرائی۔ میں پھر واپس اپنے رب کے پاس گیا تو مجھے روزانہ پانچ وقت کی صلاۃ کا حکم ملا۔ پھر واپسی میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے میرا گذر ہوا تو انھوں نے دریافت کیا کہ کیا حکم ملا ہے؟ میں نے بتایا کہ روزانہ پانچ وقت کی صلاۃ کا حکم ملا ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ کی امت روزانہ پانچ وقت کی صلاتوں کی بھی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کے تجربے کئے ہیں اور بنی اسرائیل کی اصلاح و تبدیلی کی انتھک کوششیں کی ہیں، آپ واپس جا کر اپنی امت کے لئے مزید تخفیف کی درخواست کیجئے[47]۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بار بار جاتے اور تخفیف کا سوال کرتے میں شرمسار ہو گیا ہوں[48] اب میں اس حکم پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں[49]۔ اس

([47]) یہاں پر بعض صوفیاء نے ایک نکتہ ذکر کیا ہے اسے ذکر کر کے رد کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار اللہ ذوالجلال کی بارگاہ میں اس لئے بھیج رہے تھے تاکہ ان آنکھوں کو تو دیکھ لیں جو اللہ کو دیکھ کر آرہی ہیں اور طور پر تجلی دیکھنے کی حسرت کا کچھ تو بدل ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا، نہ ایک بار اور نہ بار بار۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ((اللہ ایک نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں!!))۔ (صحیح مسلم) نیز ارشاد ہے: ((موت سے پہلے تم میں سے کوئی شخص اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا))۔ (صحیح مسلم) نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ((جو شخص تین باتیں کہے وہ اللہ تعالیٰ پر عظیم بہتان باندھ رہا ہے۔ جو یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے اللہ پر عظیم افتراپردازی کی، اور جو یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اس نے اللہ پر بڑا بہتان تراشا، اور جو یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات چھپالی ہے اور امت تک پہنچائی نہیں تو وہ بھی عظیم افترا کر رہا ہے))۔ (صحیح مسلم) دیدار الٰہی اہل ایمان کے لئے بروز قیامت ایک عظیم ترین نعمت ولذت ہوگی اور اس سے کافروں کو محروم رکھا جائے گا۔ ارشاد باری ہے: ﴿كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝١٥﴾ المطففین: ۱۵ (ہرگز نہیں، یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے)۔

([48]) ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوچا ہو کہ ہر بار اللہ تعالیٰ نے دس یا پانچ کم کیا ہے اور اس بار پھر واپس جانے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ آخری پانچ بھی ختم ہو جائے تو گویا حکم کی تعمیل کا ارادہ نہیں ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر واپس جانا پسند نہیں کیا۔

کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف بھی کر دی (50)۔ (صلاۃ تو پانچ وقت کی ہے لیکن میں پچاس وقت کا ثواب دوں گا) (51)۔

معراج کے تین تحفے

(معراج میں نبی ﷺ کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں۔ پہلی چیز پانچ وقت کی صلاتیں، دوسری چیز سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور تیسرا اعظیم تحفہ یہ دیا گیا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص کچھ بھی شرک نہیں کرے گا اس کے کبیرہ گناہ بخش دیئے گئے۔ (52))

نیز نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پر راضی ہوں۔ آپ ﷺ کو اپنی امت پر بھرپور اعتماد تھا کہ وہ ان شاء اللہ پانچ وقت کی صلاۃ بخوشی پڑھے گی۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے نبی ﷺ کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائے بلکہ تحفۂ معراج صلاۃ پنجوقتہ کی پابندی کر کے اس اعتماد پر پورا اترے۔ اے شب معراج کا جشن منانے والے مسلمانو! اگر تم تحفۂ معراج صلاۃ پنجوقتہ کی پابندی نہیں کرتے تو تمھیں یہ جشن منانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اندھے کو طلوع آفتاب کا جشن منانا زیب نہیں دیتا۔

(49) تسلیم و رضا اور شرم و حیا کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ((حیا خیر ہی لاتا ہے))۔ (بخاری و مسلم) نیز ارشاد ہے: ((حیا ایمان کی ایک شاخ ہے))۔ (بخاری و مسلم)

(50) یہاں پر مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی روایت ختم ہو جاتی ہے۔ آگے کی تمام روایات و احادیث قوسین میں ہیں اور ان کا حوالہ حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔

(51) یہ اضافہ بخاری و مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس حدیث سے اللہ تعالی کے وسیع فضل و کرم کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا عطا فرماتا ہے۔ نیکیوں کے سلسلہ میں یہ ایک مستقل قانون ہے۔ بسا اوقات تو یہ فضل ستر گنا سے سات سو گنا تک وسیع ہو جاتا ہے۔ شریعت میں اس کے بے شمار نظائر ہیں مثلاً قرآن کے ایک حرف کی تلاوت پر ایک نیکی ملتی ہے اور وہ دس گنا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی ماہ رمضان کا صوم دس ماہ کے صوم کے برابر ہے، اگر شوال کا چھ صوم بھی رکھ لیا جائے تو ایک سال کے صوم کا ثواب مل جائے گا۔ کیونکہ چھ دن کا ثواب ساٹھ دن کے برابر ہو گا اور ساٹھ دن کا دو ماہ ہوتا ہے۔

(52) یہ حدیث صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کے اندر معراج کے تین تحفوں کا تذکرہ ہے۔ پہلا تحفہ صلاۃ پنجوقتہ ہے، جس کی اہمیت ہر مسلمان پر آشکارا ہے۔ دوسرا تحفہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں، ان سے مراد سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں جیسا کہ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ((سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو جو شخص ایک رات میں پڑھتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہو جاتی ہیں۔)) (بخاری و مسلم) یعنی شیطان اور ہر طرح کے مصائب و آفات سے حفاظت کے لئے اور اللہ کو یاد رکھنے کے لئے کافی ہو جاتی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت میں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث ہے، فرماتے ہیں: ((جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرماتھے کہ اوپر سے دروازہ کھلنے کی آواز سنی، جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آج آسمان کاایک دروازہ کھولا گیاہے جو آج کے علاوہ کبھی نہیں کھلا تھا، پھراس سے ایک فرشتہ نازل ہواتو جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ فرشتہ روئے زمین پرنازل ہورہاہے، یہ آج کے علاوہ کبھی نازل نہیں ہوا، پھر اس فرشتہ نے سلام کیااور کہا: ایسے دونوروں کی خوشخبری قبول کیجئے جو آپ کو عطاکئے گئے ہیں، آپ سے پہلے وہ کسی نبی کو نہیں دیئے گئے، ایک نور توسورۂ فاتحہ ہےاور دوسرانور سورۂ بقرہ کی آخری آیات، ان دونوں کاجو حرف بھی آپ پڑھیں گے، اسے آپ کو عطا کیا جائے گا))۔ (صحیح مسلم) سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات دعاؤں پر مشتمل ہیں اور ان کی یقینی قبولیت کاوعدہ اس حدیث میں کیا گیاہے۔ واللہ اعلم۔

معراج کا تیسرا تحفہ شرک نہ کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کی بخشش ہے۔ اس سے معلوم ہوتاہے کہ شرک سے خالی ہونا عظیم ترین نعمت اور شرک میں مبتلاہونا بدترین مصیبت ہے۔

سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۸ اور آیت نمبر ۱۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اعلان کیاہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ شرک کی مذمت میں بے شمار آیات واحادیث ہیں، ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر چھوٹے بڑے شرک کو پہچانے تاکہ اس سے بچ سکے۔

شرک ایسا منحوس اور خطرناک عمل ہے جس کے ہوتے ہوئے انسان کی مغفرت نہیں ہوسکتی۔ شرک اس روئے زمین پر کئے جانے والے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ شرک کرنے والے انسان پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

شرک یہ ہے کہ اللہ کی خصوصیات میں غیر اللہ کو اللہ کے برابر کردیا جائے یا اللہ کے حقوق غیر اللہ کو دے دیئے جائیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک شرک اکبر جس سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتاہے اور توبہ کے بغیر اس کی بخشش نہیں ہوتی۔ اور دوسری قسم شرک اصغر ہے جو شرک اکبر تک پہنچانے کا ذریعہ ہے مثلاً ریا و نمود، غیر اللہ کی قسم وغیرہ۔

شرک اکبر یہ ہے کہ وہ امور جن کا مستحق صرف اللہ ہے غیر اللہ کو دے دیئے جائیں یا کوئی عبادت غیر اللہ کے لئے کی جائے۔ اس کی چار قسمیں ہیں:

(1) دعامیں شرک: عبادت میں شرک کی تمام قسمیں اس میں داخل ہیں مثلاً غیر اللہ سے دعا کرنا، ان سے مدد مانگنا، ان سے فریاد کرنا، ان کی پناہ ڈھونڈنا، ان کے لئے قیام، رکوع اور سجدہ کرنا، ان کے لئے نذر و نیاز دینا یا جانور ذبح کرنا، کعبہ کے سواکسی اور جگہ کا طواف اور حج کرنا وغیرہ۔ یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد، یا غوث مدد پکارنا، تعویذ گنڈا، کڑا چھلہ اور گھونگا وغیرہ پہننا، درختوں، پتھروں اور قبروں وغیرہ سے تبرک لینا۔ وغیرہ

(2) نیت وارادہ میں شرک: اور اس کی چار قسمیں ہیں:

(ا) جنت کی طلب اور جہنم سے نجات مقصد ہونے کے بجائے جان ومال اور اہل وعیال کی حفاظت اور دنیوی ترقی وغیرہ

جنت وجہنم کی سیر

(پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جنت وجہنم کی سیر فرمائی۔ جنت کی کنکریاں آبدار موتی ہیں اور زمین مشک خالص کی ہے۔ جنت کے اندر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہر کوثر کا مشاہدہ فرمایا، اس کے دونوں کناروں پر جوف دار موتیوں کے خیمے تھے اور اس کی مٹی مشک عطر بیز کی تھی۔([53]))۔(شب معراج میں آپ کا گذر ایک ایسی جماعت کے پاس سے ہوا جس کے ناخون پیتل کے تھے جس سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت کیا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے جواب دیا: یہ لوگوں کا گوشت کھانے والے (ان کی غیبتیں کرنے والے) اور ان کی عزت وآبرو پر کیچڑ اچھالنے والے لوگ ہیں۔([54]))۔(پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے دریافت کرنے پر بتایا کہ یہ امت محمدیہ کے وہ خطباء اور مقررین ہیں جو لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور خود اپنی ذات شریف کو فراموش کر جاتے ہیں حالانکہ وہ خود بھی قرآن پڑھتے ہیں مگر اتنی عقل نہیں

مقصود ہو۔

(۲) آخرت کے ثواب کے بجائے صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہو۔

(۳) نیک عمل کرکے صرف مال کمانا مقصود ہو مثلاً مال کمانے کے لئے حج کرے یا جہاد کرے یا صلاۃ کی پابندی اس لئے کرے کیونکہ مسجد میں ملازم ہے وغیرہ۔

(۴) عمل تو خالص اللہ کے لئے کرے لیکن ساتھ ہی کوئی ایسا کفریہ عمل بھی کرتا ہو جس سے اسلام سے نکل جائے۔

3 **اطاعت میں شرک:** اطاعت میں شرک یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی واضح، صحیح اور صریح دلیل آجانے کے باوجود اپنے عالم، عبادت گذار، امام اور بڑے کی بات نہ چھوڑے اور قرآن وحدیث کو چھوڑدے۔

4 **محبت میں شرک:** غیر اللہ سے اللہ جیسی یا اللہ سے بڑھ کر محبت رکھنا شرک ہو جاتا ہے۔

([53]) یہ روایت صحیح بخاری میں انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے مروی ہے۔

([54]) یہ مسند احمد کی روایت ہے اور اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے غیبت کی خطرناکی معلوم ہوتی ہے۔ لوگوں کی عزت وآبرو پر حملہ بدترین قسم کا گناہ ہے۔ یہ وہ برائی ہے جس سے معاشرہ اختلاف وانتشار اور باہمی بغض ونفرت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلام نے ان تمام چیزوں سے روکا ہے جس سے باہمی عداوت ودشمنی جنم لیتی ہے اور ان تمام چیزوں کا حکم دیا ہے جس سے آپس میں محبت ومودت پیدا ہوتی ہے۔

رکھتے۔(55)) (آپ ﷺ نے جنت و جہنم پر مقرر فرشتوں سے ملاقات کی۔سب نے آپ ﷺ کا پرتپاک استقبال کیا۔ مسکراتے ہوئے شگفتہ لبوں کے ساتھ آپ کو مرحبا کہا سوائے ایک شخص کے جس نے مرحبا کہتے ہوئے پرتپاک استقبال تو کیا لیکن اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں تھی، نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جس کے چہرے پر اس موقع پر بھی مسکراہٹ نہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ داروغۂ جہنم مالک ہے، یہ جب سے پیدا ہوا آج تک اس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آئی۔اگر اس نے کبھی مسکرایا ہوتا تو آج ضرور مسکراتا۔(56))

انبیاء کی امامت

(پھر نبی ﷺ زمین کی طرف واپس ہوئے وہاں آپ کی خاطر تمام انبیاء اور رسولوں کو جمع کردیا گیا تھا آپ نے ان کی امامت فرمائی، سب نے آپ ﷺ کی اقتدا میں صلاۃ ادا کی۔(57))۔

---

(55) یہ مسند احمد کی روایت ہے اور اسے امام بغوی اور شیخ البانی نے حسن قرار دیا ہے۔

(56) یہ روایت ابن ابی حاتم کے حوالہ سے حافظ ابن کثیر نے ذکر کی ہے لیکن ساتھ ہی اس کے ضعف کی طرف اشارہ کردیا ہے لیکن داروغۂ جہنم مالک سے ملاقات کا ذکر بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے۔ بہر حال سوچنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ داروغۂ جہنم فرشتہ جو صرف حکم کا پابند ہے، جس کے لئے عذاب و ثواب نہیں ہے، وہ جہنم کو دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہے کہ اس کے چہرے پر کبھی مسکراہٹ نہیں آئی، اور ایک ہم انسان ہیں جن میں سے کافروں اور نافرمانوں کے لئے وہ جہنم تیار کی گئی ہے، آیئے اپنا محاسبہ کریں کہ ہم نے کتنی بار جہنم کے عذاب کا خوف کرکے اپنی آنکھوں سے آنسو بہایا ہے۔ رات کے اندھیروں میں یا تنہائی کی صلاتوں میں کتنی بار ہم روئے ہیں؟!

(57) امامت انبیاء کا ذکر انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابن جریر نے روایت کی ہے۔ نبی ﷺ کو امام الانبیاء کے شرف سے نوازا گیا لیکن کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آپ کی امت میں کچھ ایسے ناقدرے بھی پیدا ہو گئے جو آپ ﷺ کی سنت اور حدیث کے ہوتے ہوئے دیگر اماموں کے اقوال تلاش کرتے ہیں، اپنا مذہب چھوڑ کر حدیث رسول اختیار کرنا تو بہت دور کی بات ہے، اپنے خود ساختہ امام کے خلاف قول رسول کا توڑ اور جواب تلاش کرتے ہیں۔ اس افسوسناک عمل پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے؟!۔ غور کرنے کی بات ہے کہ نبی ﷺ کی حدیث کے سامنے کسی دوسرے رسول کی بات پر عمل نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا))۔(مسند احمد) موسیٰ علیہ السلام جو ایک اولوالعزم پیغمبر ہیں، امت محمدیہ کے بعد جن کی امت کی تعداد سب سے زیادہ ہے، جن کا قصہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ بیان ہوا ہے، ایسے عظیم رسول بھی اگر زندہ ہوتے تو انھیں بھی خاتم الانبیاء کی شریعت پہ چلنا ہوتا، پھر کتنے حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ اتنی سی بات بھی نہیں سمجھ پاتے اور قول رسول کے

اہل مکہ کے سامنے اعلان

(پھر نبی ﷺ مکہ واپس پہنچے، صبح ہوئی تو حرم گئے، اور حطیم میں جا کر لوگوں سے الگ تھلگ غمزدہ بیٹھ گئے، آپ کو یقین تھا کہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں گے، اچانک اللہ کا دشمن ابو جہل ادھر آنکلا اور آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ازراہ مذاق پوچھا: کوئی نئی بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، مجھے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی ہے۔ اس نے کہا: اچھا! میں مکہ کے لوگوں کو جمع کروں، آپ ان کے سامنے یہ بات کہیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے، جمگھٹا لگ گیا اور مجلس جم گئی تو اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی بات دہرائی کہ مجھے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی۔ ([58]))

کفار مکہ کا رد عمل

یہ سننا تھا کہ جتنی منہ اتنی باتیں شروع ہوگئیں، کسی نے مذاق اڑایا، کسی نے سیٹی بجائی، کسی نے حیرت سے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا: چالیس دنوں کا سفر آنجناب نے چند گھنٹوں میں کیسے طے کر لیا؟ کسی نے کہا: ہم نے تو بیت المقدس دیکھا ہے جبکہ محمد (ﷺ) نے اس سے پہلے نہیں دیکھا ہے، اس لئے کیوں نہ بیت المقدس کی بناوٹ اور شکل وصورت کے متعلق سوال کر کے اطمینان کر لیا جائے، ابھی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ چنانچہ لوگوں نے آپ ﷺ سے بیت المقدس کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ نبی ﷺ کو اس

سامنے کسی امتی امام کا قول پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تو فلاں امام کا مقلد ہوں، اس کا مذہب چھوڑ کر حدیث رسول پر عمل میرے لئے جائز نہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ((قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو جائے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ابو بکر وعمر (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا))۔ رسول محترم ﷺ کی حدیث کے سامنے خلفاء راشدین کا قول بھی نہیں پیش کیا جا سکتا چہ جائیکہ کہ کسی ادنی امتی کی رائے پیش کی جائے۔

([58]) سفر معراج کی ابتدا بھی مسجد سے ہے اور انتہا بھی مسجد پر ہے اور ساتویں آسمان پر پہنچے تو بیت معمور تک گئے جو فرشتوں کی مسجد ہے۔ اس سے اسلام میں مسجد کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ مسجد ہی وہ جگہ ہے جہاں ایک مسلمان کی صحیح تعلیم وتربیت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ سفر سے واپس ہوتے تو پہلے مسجد جاتے وہاں دو رکعتیں پڑھتے پھر اپنے گھر میں داخل ہوتے۔ مسلمانوں کی ساری تگ ودو کا محور مسجد ہے اور "ملا کی دوڑ مسجد تک" کی مثل بالکل صحیح ہے، اسے مسلمانوں اور ان کے علماء کے خلاف طنزیہ طور پر بددین استعمال کرتے ہیں۔ اللہ دشمنان دین سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

سے سخت تکلیف ہوئی، کیونکہ کوئی آدمی جب سفر میں کسی عمارت سے گذرتا ہے تو اس کی تفصیلی کیفیت یاد نہیں کرتا، اور آپ ﷺ تو انبیاء سے ملاقات اور ان کی امامت وغیرہ میں مشغول تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کا حل اس طرح نکالا کہ بیت المقدس کو آپ کے سامنے لاکر کھڑا کردیا، اور پھر کفار جو کچھ پوچھتے جاتے تھے آپ ﷺ دیکھ دیکھ کر اسے بیان کرتے جاتے تھے۔ تفصیلات سن کر کفار نے اقرار کیا کہ آپ جو کچھ بیان کررہے ہیں بیت المقدس ٹھیک اسی طرح ہے۔([59]) لیکن پھر بھی کفار نے آپ ﷺ کی سچائی تسلیم نہیں کی۔ اور کہا: بات تو سچی ہے لیکن آپ جھوٹے ہیں اتنی طویل مسافت کو رات کی چند گھڑیوں میں طے نہیں کیا جاسکتا۔

ایمان صدیق رضی اللہ عنہ کا ظہور

(پھر کفار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا: آپ کو معلوم ہے آپ کے ساتھی کیا کہتے ہیں؟ آپ نے دریافت کیا: کیا کہتے ہیں؟ کفار نے بتایا کہ راتوں رات بیت المقدس جانے اور وہاں سے واپس آنے کا دعویٰ کررہے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر محمد ﷺ نے یہ بات کہی ہے تو بالکل سچ فرمایا ہے([60])۔ کیونکہ میں تو اس سے بھی بڑی بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ ایک دن میں کئی کئی بار جبریل علیہ السلام اللہ کا پیغام لاتے ہیں اور واپس جاتے ہیں، اگر محمد ﷺ فرمائیں کہ میں نے راتوں رات ساتوں آسمانوں کی سیر کی ہے تو میں اس کی بھی تصدیق کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ نے آپ کو صدیق کا خطاب عطا فرمایا۔([61]))

([59]) یہ مسند احمد اور طبرانی کی روایت ہے، اسے حافظ ابن حجر نے حسن اور شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

([60]) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آپ نے شرطیہ جملہ استعمال کیا کہ اگر آپ ﷺ نے یہ بات کہی ہے، یعنی نبی کا نام لے کر جو کچھ بیان کردیا جائے یونہی قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کی تحقیق کی جائے گی، لیکن جب صحیح طور پر ثابت ہوجائے کہ وہ بات آپ ﷺ ہی کی ہے تو اسے فوراً تسلیم کرلیا جائے گا، خواہ وہ ہماری عقل کوتاہ میں سمائے یا نہ سمائے۔ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت اسی طرح کی تھی، ان کا تحقیقی مزاج بنایا تھا، وہ کسی بات پر اندھے بہرے بن کر نہیں گرتے تھے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے۔ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ الحجرات: ٦ (اے مسلمانو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو)۔

([61]) یہ روایت امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو سلسلہ صحیحہ ٦١٥/٢۔

فہرست مضامین